کے معاملات کو ایک منفرد اور مستقل بالذات معاملہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مسلمانوں کے معاملات و مسائل ایک کل کا جز ہیں اور چونکہ کل فاسد، مریض اور ناکارہ ہے اور یہ فساد تمام اجزا کو متاثر کیے ہوئے ہے۔ اس بنا پر مسلمان جو اس کل کا جز ہیں وہ بھی اس فساد کی زد میں ہیں۔ پس جب ایسا ہے تو ایک آدھ شاخ کے اِدھر اُدھر کاٹنے اور تراشنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ضرورت جڑ کی ہی اصلاح کی ہے اور ظاہر ہے جڑ کی اصلاح اس وقت تک ہرگز نہیں ہوسکتی جب تک کہ ملک کے تمام لوگ مذہب وملت اور نسل وزبان کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام نہ کریں۔ ہمارے نزدیک غیر منقسم ہندوستان کی سیاست میں سب سے زیادہ بدقسمت دن وہ تھا جب کہ ۱۹۲۰ء میں مونٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے ماتحت مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب ورائے دہندگی کا حق تسلیم کیا گیا تھا۔ اس دن سے مسلمان پھیلنے کے بجائے سکڑتے چلے گئے۔ اور ان کی عالمگیری نے فرقہ پروری کی جگہ لے لی۔ ایک وہ ڈاکٹر جسے پورے شہر کا نگراں صحت ہونا چاہیئے۔ اگر وہ صرف اپنے اہل خانہ کی صحت کا محافظ اور ان کا معالج ہو کر بیٹھ جائے تو آپ اسے کیا کہیئے گا۔ اگر ایک انجینئر کا فرض منصبی شہر کی تعمیر اور اس کی پلاننگ ہو اور وہ ان سب سے صرف نظر کر کے محض اپنے محلہ کی تعمیر وترقی پر اپنی توجہات مرکوز کر دے تو آپ اس کی نسبت کیا رائے قائم کریں گے۔

اب رہا تیسرا نقطۂ نظر! یعنی یہ کہ مسلمان بحیثیت ایک فرقہ کے کانگرس کو ووٹ دیں تو میرے نزدیک یہ فیصلہ نہ آبرومندانہ ہے اور نہ مسلمانوں کی عزت نفس اس کو برداشت کرسکتی ہے۔ ان کا فیصلہ اور ان کی رائے بالکل آزاد ہونی چاہیئے۔ بے سوچے سمجھے، محض اس لئے کہ کانگرس ملک کی سب سے بڑی با اقتدار پارٹی ہے۔ اس کی طرف مائل ہو جانا جس طرح جمہوریت کی توہین ہے اسی طرح مسلمانوں کے لئے بھی باعث ننگ و عار ہے۔ ہر پارٹی کے اعمال وافعال، اس کے پروگرام اور اس کے کارناموں کا احتساب

بغیر کسی مرعوبیت اور خارجی دباؤ کے آزادی فکر وضمیر کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور اس کی روشنی میں طے کرنا چاہیئے کہ کونسی پارٹی ہمارے ووٹوں کی مستحق ہے۔ جمہوریت کا یہی تقاضا ہے۔ کسی ایک پارٹی کو آزمانے کے لئے ایک ربع صدی کی مدت کم نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت ہونی چاہیئے کہ جس پارٹی کے ساتھ گرویدگی کے باعث انھوں نے دنیا بھر کی ذلتیں اور رسوائیاں مول لیں۔ شریمتی اندرا گاندھی نے اس کے چہرہ سے نقاب اٹھائی تو معلوم ہوا کہ:

زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا

عارف پبلشنگ ہاؤس

کی مایۂ ناز اور تاریخی پیشکش "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" طبع ہو کر ہند و پاک میں خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ کتاب پر دونوں ملکوں کے دانش ور حضرات اور رسائل و جرائد نے مبسوط اور عظیم تبصرے کئے ہیں۔ اسی ادارے کی اب دوسری قابلِ صد فخر پیش کش "ہندو شعراء اور شہیدِ کربلا" زیر ترتیب ہے۔ جس کے لئے بھارتی غیر مسلم شعراء سے التماس ہے کہ وہ پہلے کی طرح اس عظیم کتاب کے لئے بھی اپنے کلامِ بلاغت نظام سے جلد از جلد ادارے کو ممنونِ احسان ہونے کا موقعہ دیں۔

فانی مرادآبادی ناظم

عارف پبلشنگ ہاؤس۔ محلہ خالصہ کالج۔ لائل پور (مغربی پاکستان)

عہدِ فاروقی کا اقتصادی جائزہ

(۳)

جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی

ذیل میں ہم مرکزی خزانہ کے ذرائع آمدنی کی ایک توضیحی فہرست پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد اس سوال پر غور کریں گے کہ دورِ فاروقی میں خزانہ کی سالانہ آمدنی کیا تھی۔

(الف) مسلمانوں پر عائد ٹیکس

(۱) زکات۔ اس ٹیکس کا مدنی قرآن نے ۹ھ میں اعلان کیا تھا لیکن اس کے ضمن میں آنے والی اشیاء کی وضاحت نہیں کی تھی۔ عہدِ نبوی میں دولت کے ان نو اصناف پر یہ ٹیکس لیا جاتا تھا: سونا، چاندی، اونٹ، گائے، بکری، گیہوں، مکا (ذُرہ) کھجور اور کشمش۔ زر وسیم پر ٹیکس کی شرح ڈھائی فیصد سالانہ تھی لیکن پچاس روپے یا اس کی قیمت کے سونے چاندی پر ٹیکس معاف تھا۔ کان اور دفینے سے حاصل کیے ہوئے سونے چاندی کی شرح پانچ فیصد تھی[1]۔ پانچ اونٹوں، تیس گاؤں اور چالیس بکریوں سے کم پر بھی زکات نہیں تھی۔ پانچ اونٹوں پر ایک بکری، تیس گاؤں

---

[1] قرشی ص ۱۴۹ و ۱۵۰، شافعی ۲/۳ و ۲۹، ۳۶، ۳۷، ابن سلاّم ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۵۹، ۳۸۳، ۳۸۶، ۴۶۸، ۴۶۹، فتوح البلدان ۷۹-۸۰، سنن کبریٰ ۴/ ۱۲۰، ۱۲۶

پر ایک بچھڑا اور چالیس بکریوں پر ایک بکری واجب تھی۔ گھوڑا اور دوسرے باربرداری کے جانور زکات سے خارج تھے۔ تیس من (خمسۃ اُداسق) سے کم غلہ اور پھل پر زکات نہیں تھی۔ غلہ اور پھل کے کھیت اور باغ کی سنچائی بارش یا باڑھ کے پانی سے ہونے کی صورت میں شرح زکات دس فیصد تھی اور کنوئیں یا تالاب سے آب پاشی کی صورت میں پانچ فیصد۔ ایک اطلاع یہ ہے کہ عمر فاروق نے زکات کی مذکورہ بالا اصناف میں زیتون[1] کا اضافہ کر دیا تھا جس کے بہت سے باغ شام اور جزیرہ میں ان دونوں ملکوں کی فتح کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے۔ قرائن سے اس اطلاع کی تائید نہیں ہوتی۔ رسول اللہ کی طرح عمر فاروق بھی مسلمانوں کو ٹیکس سے زیر بار نہیں کرنا چاہتے تھے اور ٹیکس کا بوجھ غیر مسلموں کے ہی کندھوں پر رکھنا چاہتے تھے۔ اسی لئے ایک طرف رسول اللہ نے پچاس روپے یا اس کے ہم قیمت زر وسیم، تیس من سے کم غلہ اور پھل پر کوئی ٹیکس نہیں رکھا تھا اور دوسری طرف غلوں میں صرف گیہوں اور ، پھلوں میں صرف کھجور اور کشمش پر ٹیکس لگایا تھا اور باقی سارے غلے، پھل اور ترکاریاں جن کی تعداد درجنوں تھی زکات سے مستثنیٰ کر دی تھیں۔

(ب) غیر مسلموں پر عائد ٹیکس

(۱) خمس غنیمت

(۲) خمس جزیہ

(۳) خمس لگان ۔ ان تینوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

(۴) خمس زر معاہدات ۔ عرب فتوحات کے دوران جب کسی شہر، قلعہ یا بستی کے باشندے لڑائی سے پہلے عرب فوجوں کے ساتھ ایک مقررہ رقم کے بالمقابل سمجھوتہ کر لیتے تو عرب اس کو عہد (معاہدہ) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مفتوحہ ملکوں میں ایسے مقامات خاصی تعداد میں تھے جہاں کے

---

[1] ابن سلام ص۵۰۰

رئیسوں نے عرب حملہ آوروں سے معاہدے کر لئے تھے۔ اس نوعیت کے اولین معاہدے سرحد عراق کی فوجی چوکیوں بانقیا، اُلّیس، بارُوسما اور پایۂ تخت حیرہ کے رئیسوں نے عہد صدیقی میں خالد بن ولید سے کئے تھے۔

(۵) خُمس صوافی۔ صوافی سے مفتوحہ ملکوں کی وہ اراضی مراد ہے جس پر مقامی رئیسوں، سلاطین اور شاہی خاندان یا حکومت کا تصرف تھا یا وہ زمینیں، جاگیریں اور املاک جن کے مالک عرب فوجوں کی ترکتاز کے دوران بھاگ گئے تھے یا جنگ میں مارے گئے تھے۔ رپورٹروں نے صرف عراق کی صوافی کا ذکر کیا ہے اور ان سے حاصل شدہ سالانہ آمدنی کی مقدار پینتیس لاکھ روپے (ستر لاکھ درہم) بتائی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آمدنی چالیس لاکھ روپے پر مشتمل تھی[۱]۔

(۶) خمس عُشور (تجارتی ٹیکس) عمر فاروق کے گورنر بصرہ نے ان کو لکھا کہ مسلمان تاجر جب دار الحرب جاتے ہیں تو ان سے دس فیصد تجارتی ٹیکس لیا جاتا ہے، کیا ہم بھی حربی تاجروں سے ٹیکس وصول کریں اور اگر کریں تو کتنا؟ عمر فاروق نے ایک جامع ضابطہ بنایا جس کے دائرہ میں حربیوں کے علاوہ ذمی اور مسلمان تاجروں کو بھی داخل کر لیا۔ اس ٹیکس کی شرح حربیوں کے لئے دس فیصد تھی، ذمیوں کے لئے پانچ فیصد اور مسلمانوں کے لئے ڈھائی فیصد[۲]۔ یہ ٹیکس نہ مدنی قرآن نے تجویز کیا تھا، نہ رسول اللہ اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں رائج تھا۔ تجارتی ٹیکس مفتوحہ علاقوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ جزیرۃ العرب میں بھی نافذ تھا، متعدد مصادر سے جن میں امام مالک کی مُوطا بھی شامل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ عمر فاروق شام کے نبطیوں سے جو تجارت کے لئے مدینہ آتے تھے دس فیصد اور پانچ فیصد تجارتی ٹیکس لیتے تھے۔ کان عمر یأخذ من النَّبط من الزیت والحنطۃ نصف العشر لکی یَکْثُرَ الحمل إلی المدینۃ ویأخذ من القطنیّۃ

---

۱ فتوح البلدان صـ ۲۸۱، قرشی صـ ۶۴

۲ قرشی صـ ۱۴۳، ابن سلام صـ ۵۳۳

العشورؒ۔ عمر فاروق نبطی نسل کے ذمیوں سے روغن زیتون اور گیہوں پر پانچ فیصد لیتے تھے تاکہ (اس رعائتی شرح سے) یہ اشیاء لانے کے لئے ان کا حوصلہ بڑھے اور دوسرے اناجوں (دالوں، مٹر لوبیا، چنا وغیرہ) پر دس فیصد وصول کرتے تھے۔

(۷) ان سب کے علاوہ مرکزی آمدنی کا ایک ذریعہ بنونضیر (مدینہ) فدک، خیبر اور وادی القریٰ کے زراعتی فارم اور نخلستان تھے۔ یہ آمدنی عہد نبوی سے چلی آرہی تھی اور عرب بغاوتیں دبانے میں ابوبکر صدیق کا سب سے بڑا سہارا تھی۔

یہ سارے ذرائع عہد فاروقی میں بحال رہے البتہ خلافت کے دو سال بعد علی حیدر کے مسلسل تقاضوں سے مجبور ہو کر عمر فاروق نے بنونضیر کے نخلستان اس شرط پر ان کی تحویل میں دیدئے کہ وہ اس کی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے صرف میں لائیں گے اور باقی جہادی مدوں میں صرف کر دیں گے جیسا کہ رسول اللہ اور ان کے بعد ابوبکر صدیق کیا کرتے تھے۔ علی حیدر ساری آمدنی پر قابض ہو گئے اور نخلستانوں پر جن کی تعداد سات تھی مالکانہ قبضہ کر لیا[۲]۔ باقی یہودی بستیوں کی آمدنی حسب سابق بیت المال میں آتی رہی اور پہلے سے زیادہ مقدار میں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ۲۰ھ میں عمر فاروق نے فدک، خیبر اور وادی القریٰ کے ان یہودیوں کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دیا تھا، جو نصف پیداوار سرکار مدینہ کو دیتے تھے اور نصف بطور حق محنت اپنے استعمال میں لاتے تھے، ان کے اخراج کے بعد عمر فاروق سرکاری غلاموں سے کاشت و باغبانی کرانے لگے اور اب وہاں کی کل آمدنی مدینہ کے بیت المال کے لئے مختص ہو گئی۔

مذکورہ بالا توضیحی فہرست آمدنی کے آٹھ اصناف پر مشتمل ہے، ان میں سے صرف ایک صنف یعنی زکات مسلمانوں کے ذمہ تھی باقی سات اصناف عشور کے ایک اقل قلیل حصہ کو چھوڑ کر جو مسلمانوں سے

ا؎ ابن سلام ص ۵۳۳

۲؎ سنن کبریٰ ۶/ ۳۰۰ - ۳۰۱

وصول کیا جاتا تھا، مفتوحہ اقوام پر لازم تھے، ان اصناف کی ضخیم آمدنی کے مقابلہ میں زکات ٹیکس آٹے میں نمک کے برابر تھا۔ عربی آثار و اخبار سے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ عہد فاروقی میں ان آٹھ مدوں سے کتنی آمدنی ہوئی اور نہ اس بات کا کوئی ریکارڈ موجود ہے کہ عمر فاروق کا سالانہ بجٹ کیا تھا۔ بنا بریں اس کے اعداد و شمار متعین کرنا ممکن نہیں، تاہم اس کی ضخامت کا اندازہ عراق، شام اور مصر کی مالگذاری کی ان چند رقوم سے کیا جا سکتا ہے جن کی تصریح ہمارے مراجع میں موجود ہے:

(۱) عراق کا جزیہ اور لگان۔ پانچ کروڑ روپے سالانہ (دس کروڑ درہم[1])

(۲) صوافی عراق (خالصہ املاک) پینتیس یا بیس لاکھ روپے (ستر لاکھ[2] اور بقول بعض چالیس لاکھ درہم[3])

(۳) شام کا جزیہ اور لگان۔ پچیس لاکھ روپے (پچاس لاکھ درہم[4])

(۴) مصر کا جزیہ اور لگان۔ چھ کرور روپے (ایک کرور بیس لاکھ دینار[5])

ان تینوں ملکوں کے سالانہ جزیہ، لگان اور صوافی عراق کی مجموعی آمدنی گیارہ کروڑ ساٹھ لاکھ روپے ہوتی ہے اور اس کا خمس جو مرکز کا حق تھا اور بظاہر فاروقی خزانہ میں ہر سال جمع ہوتا ہوگا دو کروڑ بتیس لاکھ روپے کی خطیر رقم پر مشتمل تھا۔

دور فاروقی میں پہلے غنیمت کے مسلسل اور گراں قدر حصص اور پھر سارے ہتیار بردار مسلمانوں کے لئے حکومت کی طرف سے تنخواہیں اور راشن مقرر ہونے سے حجاز اور عرب چھاؤنیوں کے مسلمانوں

---

۱ فتوح البلدان ص ۲۶۹۔

۲ ایضا ص ۲۸۲

۳ قرشی ص ۶۴

۴ صولی ص ۲۱۶

۵ ابن عبد الحکم ص ۱۶۱، سیوطی ص ۷۰

کی مالی حالت سدھر گئی تھی، ان کے ہاتھ میں لگی بندھی آمدنی آنے لگی تھی اور ان کا معیار زندگی بلند ہوتا جارہا تھا۔ افزائش دولت کے نتیجہ میں اشیاء کے نرخ بڑھنے لگے اور بعض چیزوں کی قیمت میں تین گنا اضافہ ہوگیا جیسا کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے : سائب بن یزید : عہد نبوی میں خون بہا (دیت) چہار عمری اونٹوں کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ پچیس ۲۵ حقے، پچیس ۲۵ جذعے، پچیس ۲۵ بنات لبون اور پچیس بنات مخاض۔ عمر کا عہد آیا اور مفتوحہ ملکوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم ہوئیں تو عمر فاروق نے کہا کہ ہر شخص کے لئے اونٹ فراہم کرنا مشکل ہے اس لئے دیت کے اونٹوں کی قیمت نقد مقرر کر دینا چاہیئے۔ اول اول سو اونٹوں کی قیمت دو ہزار روپے (چار ہزار درہم) اٹھی، پھر اونٹ مہنگے ہوگئے تو سو اونٹ تین ہزار روپے (چھ ہزار درہم) میں آنے لگے، کچھ عرصہ بعد اونٹوں کے دام اور زیادہ چڑھ گئے اور سو اونٹ چار ہزار روپے (آٹھ ہزار درہم) میں آنے لگے، کچھ دن بعد ان کی قیمت میں مزید اضافہ ہوگیا اور اب سو اونٹوں کی قیمت پانچ ہزار روپے (دس ہزار درہم) ہوگئی۔ گرانی بڑھتی رہی اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ سو اونٹوں کی قیمت پانچ ہزار سے تجاوز کرکے چھ ہزار ہوگئی۔ عمر فاروق نے ان لوگوں کے لئے جن کے پاس چاندی تھی دیت کے اونٹوں کی قیمت بارہ ہزار درہم (چھ ہزار روپے) مقرر کردی اور جن کے پاس سونا تھا ان کے لئے ہزار دینار (چھ ہزار روپے)، اونٹ والوں کے لئے سو اونٹ، اور جو لوگ حلّے[1] تیار کرتے تھے ان کے لئے دو سو حلّے مقرر کردیئے بحساب پانچ دینار (تیس روپے) فی حلّہ، بکری والوں کے لئے ہزار بکریاں، بھیڑ والوں کے لئے دو ہزار بھیڑیں اور گائے والوں کے لئے دو سو گائیں[2]۔ اس اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں اونٹ کی قیمت بیس روپے سے بڑھ کر ساٹھ روپے ہوگئی تھی اور اسی تناسب سے گائے، بکری اور بھیڑ کے دام بھی بڑھ گئے تھے یعنی گائے تیس روپے کی تھی، بکری چھ روپے کی اور بھیڑ تین روپے کی۔

---

[1] حلّہ کا اطلاق عربی میں جوڑے پر ہوتا تھا جس میں بالعموم قمیص یا چادر اور تہبند داخل تھا۔
[2] کنز ۳/ ۳۰۵

عمر فاروق کی مالی حالت

عمر فاروق کی والدہ حنتمہ ایک معزز اور خوش حال قرشی گھرانے کی خاتون تھیں اور والد خطاب بھی خاندانی آدمی تھے لیکن ناسازگار حالات کے باعث دنیوی خوشحالی سے بہرہ ور نہیں ہو سکے۔ عمر فاروق نے ہوش سنبھالا تو گھر میں عسرت کا ماحول تھا۔ بچپن میں ان پر ایسا وقت بھی پڑا جب فاقے کی نوبت آگئی۔ خلیفہ ہو کر کبھی بچپن کی روکھی پھیکی زندگی کا اپنی موجودہ پرنعمت و پرعظمت زندگی سے مقابلہ کر کے حیرت کیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر انھوں نے کہا: میری زندگی میں ایسا وقت بھی آیا جب کھانے کے لئے روٹی تک نہیں تھی، میں اپنی مخزومی خالاؤں کے گھر جا کر ان کے لئے کنوئیں سے میٹھا پانی نکال لاتا اور وہ مجھے مٹھی بھر بھر کر کشمش دیدیتی تھیں[1]۔ بچپن کے ایک موڑ پر وہ اپنی ماں کے چچازاد بھائی عُمارہ بن ولید کے خادم کی حیثیت سے بھی نظر آتے ہیں۔ عُمارہ تجارت کے لئے شام یا یمن کے سفر پر تھے اور عمر فاروق ان کی خدمت کرتے اور کھانا پکا کر کھلاتے[2]۔ اپنے عہد خلافت میں ایک بار مکہ کی کسی جانی پہچانی وادی سے گذرے تو ساتھیوں سے اس وادی میں اونٹ چرانے کے ادنیٰ مشاغل کا موجودہ شاندار زندگی سے مقابلہ کر کے حیرت سے کہنے لگے: میں بالوں کی بنڈی پہنے اس وادی میں خطاب (والد) کے اونٹ چراتا تھا، وہ سخت گیر آدمی تھے، جب میں کوئی کام کرتا تو میرا پیچھا کرتے اور اگر کام میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوتی تو مارتے اور آج میرے عروج کا یہ حال ہے کہ خدا اور میرے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں[3]۔

عمر فاروق کو قدرت کی طرف سے بڑا رعب دار ظاہر ملا تھا، لمبا چوڑا جسم، طول طویل اتنے کہ

---

[1] ابن سعد ۳/۲۹۳

[2] منتق ص۱۴۲، ابن ابی الحدید ۳/۱۴۲

[3] طبری ۵/۲۹، ابن سعد ۳/۲۶۶-۲۶۷

چلتے تو معلوم ہوتا کہ کسی جانور پر سوار ہیں، سُرخ آنکھیں، بڑی بڑی مونچھیں جن کے سرے بھورے تھے۔ غیر معمولی جرأت اور صاف گوئی نے اُن کے رعب وداب میں اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ قبولِ اسلام کے وقت عمر فاروق کی عمر چھبیس سال کی تھی، وہ کئی شادیاں کر چکے تھے اور اپنے قومی پیشہ تجارت میں مشغول تھے، رعب وداب، جرأت اور کامیاب تجارت کے باعث معاشرہ میں ان کو وقار حاصل ہو گیا تھا، جس معاملہ سے ان کو دلچسپی ہوتی اس کی پورے جوش اور بے باکی سے وکالت کرتے اور کسی بات پر اڑ جاتے تو اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر سانس لیتے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے عمر فاروق نے آٹھ عقد کئے۔ چار اسلام سے پہلے اور چار اسلام کے بعد۔ ہجرت کے بعد انھوں نے تین بیویوں کو جو قبول اسلام اور ہجرت کے لئے تیار نہیں ہوئیں چھوڑ دیا تھا، ان کی پہلی بیوی زینب جو ان کے مشہور لڑکے عبد اللہ اور لڑکی حفصہ زوجۂ رسول اللہ کی ماں تھیں بحیثیت مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آگئی تھیں اور ایک رائے یہ ہے کہ انھوں نے ہجرت نہیں کی اور مکہ ہی میں انتقال کیا۔ ہجرت کے بعد مختلف اوقات میں انھوں نے چار شادیاں کیں، ان میں سے پہلی دو[2] نبھاؤ نہ ہونے کے باعث طلاق پر منتہی ہوئیں۔ خلیفہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد عمر فاروق نے تیسری شادی کی۔ ان کی چوتھی شادی علی حیدر کی لڑکی ام کلثوم سے [1]۱۷ھ میں ہوئی جب وہ پچاس سال کے قریب تھے اور ام کلثوم آٹھ سال کی تھی۔ اس لڑکی کے مہر پر عمر فاروق نے خطیر رقم صرف کی جس کی مقدار اکثر رواۃ نے بیس ہزار روپے (چالیس ہزار درہم[1]) اور ان کی ایک قلیل جماعت نے پچاس ہزار روپے (دس ہزار دینار[2]) متعین کی ہے۔ عمر فاروق کی دو[2] ام ولد بھی تھیں۔ بچوں کی تعداد چودہ تھی، نو لڑکے اور پانچ لڑکیاں[3]۔ مکہ میں بیک وقت چار بیویوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ

---

[1] طبری ۵/۱۶۔

[2] یعقوبی ۲/۱۵۰۔

[3] نسب قریش صہ ۳۴۹-۳۵۰

عمرفاروق بچپن کی اقتصادی مشکلات سے نجات پا چکے تھے اور ان کی مالی حالت اتنی سدھر گئی تھی کہ وہ چار بیویوں اور ان کے بچوں کا بار اٹھانے پر قادر تھے۔ ہمارے مراجع اس باب میں خاموش ہیں کہ عمرفاروق ہجرت کے وقت اپنا راس المال یا تجارتی سامان مدینہ لے آئے تھے یا نہیں لیکن ہمارے خیال میں اس بات کا غالب قرینہ ہے کہ انھوں نے اپنا روپیہ پیسہ اور سامان تجارت کامیابی سے منتقل کر لیا ہوگا، وہ اتنے دبنگ تھے کہ قریش کے درپے آزار لوگ ان سے ٹکر لیتے ہوئے ڈرتے تھے، اس کے علاوہ انھوں نے مدینہ کا سفر بیس افراد کی ایک مسلم پارٹی کے ساتھ کیا تھا۔

ہجرت کے ابتدائی چند سالوں کے اندر اندر رسول اللہ اور مہاجرین قریش کی اقتصادی زندگی میں جو خوشحال آیند انقلاب آیا اس کی برکتوں سے عمرفاروق بھی متمتع ہوئے۔ وہ صاحب جائداد ہوگئے۔ ان کے دو نخلستان ثمغ اور صرمۃ ابن الاکوع کے نام سے مشہور ہیں[1]، یہ دونوں شاید انھوں نے خریدے تھے، ثمغ مدینہ کے باہر واقع تھا[2]، ہمارے مراجع نے صرمۃ ابن الاکوع کے جائے وقوع کی نشان دہی نہیں کی ہے لیکن قرائن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ بھی مدینہ کے آس پاس واقع تھا۔ خیبر کی غنیمت سے نخلستانوں اور اراضی کی شکل میں عمرفاروق کو ایک بڑی جائداد ملی تھی جو سو حصوں پر مشتمل تھی۔ رسول اللہ نے خمس خیبر کے باغوں سے بھی ان کے لئے سو وسق[3] (تقریبًا پانچسو پچپن من ۵۵۵) کھجور سالانہ کا حصہ مقرر کر دیا تھا۔

وفات سے پہلے عمرفاروق نے اپنے بیشتر فارم اور نخلستان خاندان والوں کے لئے وقف کر دئے تھے اور ان کا منتظم اپنی لڑکی حفصہ زوجۂ رسول اللہ کو مقرر کر دیا تھا۔ رپورٹروں نے دستاویز وقف کا مضمون ان الفاظ میں بیان کیا ہے: یہ وصیت ہے عمر امیر المومنین کی کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو ثمغ

---

[1] سنن کبریٰ ۶/۱۶۰، زیلعی ۳/۴۷۶، یاقوت ۱/۳۹۵

[2] بکری ص ۳۴۷

[3] سنن کبریٰ ۶/۱۶۱، زیلعی ۳/۴۷۶، فتوح البلدان ص ۳۳، شافعی ۳/۲۷۵، ابن حنبل ۲/۱۲، ۵۵، ۱۲۵

اور صرمۃ ابن الاکوع اور ان دونوں نخلستانوں میں جو غلام کام کرتے ہیں اور عمر کی وہ سو حصوں والی جائداد جو خیبر میں ہے اور اس میں جو غلام کام کرتے ہیں اور وہ سو وسق (پانچسو پچپن من ۵۵۵) کھجور پر مشتمل عطیہ جو محمدؐ نے ان کو دیا تھا، ان سب کی نگرانی حفصہ کریں گی اور ان کے بعد ان کے خاندان کا کوئی با شعور آدمی۔ یہ جائداد بیچی نہیں جا سکتی لیکن اس کا منتظم اس کی آمدنی اپنے اور دوسرے ضرورتمندوں پر حسب صوابدید خرچ کر سکتا ہے اور ان جاگیروں میں محنت مزدوری کے لئے غلام خرید سکتا ہے۔ هذا ما أوصى به عمر أمير المؤمنين إن حدث لى حدث أن ثمغ وصرمة ابن الأكوع والعبد الذى فيه والمئة سهم التى بخيبر ورقيقه الذى فيه والمئة التى أطعمه محمد بالوادى تليه حفصة ما عاشت، ثم يليه ذو الرأى من أهلها أن لا يباع ولا يشترى، ينفقه حيث رأى من السائل والمحروم وذى القربى، ولا جناح على من وليه أن يأكل أو آكل أو اشترى رقيقا منه[1]۔

یاقوت نے تصریح کی ہے کہ مدینہ سے تین میل بسمت شام سرزمین جُرف میں عمر فاروق کے کچھ نخلستان تھے۔ والجُرف موضع على ثلاثة أميال من المدينة نحو الشام، به كانت أموال لعمر بن الخطاب[2]۔ اس کی تائید معجم بکری میں ایک شخص کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ خرجت مع عمر إلى أرضه بالجُرف[3]۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ سے سات آٹھ میل مغرب میں غابہ نامی وادی میں بھی اُن کا ایک باغ تھا[4]۔ معتزلی عالم ابن ابی الحدید: حجاز میں عمر فاروق کے متعدد نخلستان تھے جن کی سالانہ آمدنی بیس ہزار روپے (چالیس ہزار درہم) تھی[5]۔ بظاہر یہ وہی نخلستان ہیں جن کا مدینہ کے نواح میں ریویو ڈول

---

[1] زیلعی ۳/۴۷۶، سنن کبریٰ ۶/۱۶۰-۱۶۱، ابن سعد ۳/۳۵۸، فتح الباری ۶/۳۳۰-۳۳۱

[2] ۲/۶۲

[3] بکری ص ۳۷۸

[4] ابن سعد ۳/۲۷۷

[5] ۱/۱۵۸

نے ذکر کیا ہے اور جن میں سے دو کے نام ثمغ اور صرمۃ ابن الاکوع بتائے ہیں۔ تاریخ سنعا قلمی کے مصنف نے عمر فاروق کی میراث کی مالیت کے جو اعداد و شمار دئے ہیں وہ اتنے ضخیم ہیں کہ ان کا باور کرنا مشکل ہے۔ لکھتا ہے: ولقد تمادی أن عمر مات عن مائتی ألف ألف درهم۔ کہا جاتا ہے کہ عمر فاروق کی میراث کی قیمت دس کرور روپے (بیس کرور درہم) تھی۔

بحیثیت خلیفہ عمر فاروق کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں تھی۔ وہ اپنے پیش رو ابوبکر صدیق کی طرح بیت المال سے اپنی اور متعلقین کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ روپیہ پیسہ کے علاوہ بیت المال ان کے خورد و نوش، لباس، کام کاج کے لئے غلام، کنیز اور سواری کے اونٹ اور گھوڑے کا بھی کفیل تھا۔ ام المومنین عائشہ: لما استُخلِف عمر أكل هو وأهله واحترف في مال نفسه[۱]۔ عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اور ان کے بال بچوں نے خزانہ سے کھایا پیا اور اپنے روپے سے تجارت بھی کی۔ تجارت میں کھجور اور غلہ ہی داخل نہ تھا جس کی پیداوار عمر فاروق کے فارموں اور نخلستانوں سے ہوتی تھی بلکہ دوسرے اصناف کا سامان بھی داخل تھا۔ عربی روایت بتاتی ہے کہ وہ تجارتی قافلے شام اور دوسرے ملکوں کو بھیجا کرتے تھے جن میں ان کا سامان یا حصے ہوتے تھے۔ عن إبراهيم أن عمر كان يتجر وهو خليفة وجهز عيرًا إلى الشام[۲]۔ اپنی خلافت کے دوران بھی عمر تجارت کرتے تھے، انھوں نے ایک تجارتی قافلہ شام بھیجا.... ان سب کے علاوہ عمر فاروق کی آمدنی کے دو اور ذریعے تھے: ایک مال غنیمت کے سہام جو ۲ھ سے ان کو خلافت صدیقی کے آخر تک برابر ملتے رہے تھے اور جن کی تعداد و مقدار ان کی خلافت کے ابتدائی چند سالوں میں شام، مصر، عراق اور فارس میں نئے نئے محاذ کھلنے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ غنیمت کے سہام کا سلسلہ فاروقی خلافت کے آخر تک جاری رہا۔ اوائل خلافت میں ایک نیا ذریعۂ آمدنی ان کے

---

[۱] ابن سعد ۳/ ۳۰۸، سنن کبریٰ ۶/ ۳۵۳

[۲] ابن سعد ۳/ ۲۷۸

قائم کردہ دیوان العطاء کی معرفت وجود میں آیا، اس کے تحت عمر فاروق کو گریڈ اول کی تنخواہ ملنے لگی جس کی مقدار ڈھائی ہزار روپے سالانہ تھی۔ ان کے بیوی بچوں کی بھی تنخواہیں مقرر ہو گئیں اور ان کے گھر کے ہر فرد کو لگ بھگ پینتالیس سیر ماہانہ غلہ، ساڑھے تین سیر سرکہ اور اتنا ہی روغن زیتون ملنے لگا۔[1]

عمر فاروق سادہ زندگی گذارتے تھے، ان کو نہ لباس کا شوق تھا نہ پر تکلف کھانوں کا، نہ ظاہری ٹھاٹ باٹ سے دلچسپی تھی، بچپن میں گھر کا روکھا پھیکا اور پر مشقت ماحول ان کی اس افتاد طبع کا کافی حد تک ذمہ دار تھا۔ خلیفہ ہو کر ان کی سادگی روکھے پن میں بدل گئی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ رعیت اور افسروں کے دلوں میں اپنی دھاگ اور رعب و داب بڑھانا چاہتے تھے اور دوسرے بحیثیت خلیفہ روکھی زندگی بسر کرکے امیدواران خلافت اور ان کے حمایتیوں کی نکتہ چینی اور حسد سے بچنا چاہتے تھے جن کے نکھری اور اجلی زندگی بسر کرنے کی صورت میں بڑھنے کا اندیشہ تھا۔ اس روکھی پھیکی زندگی کا ایک اثر یہ ہوا کہ اچھے گھرانے کی عورتیں ان کی شریک حیات بننے کو تیار نہیں ہوتی تھیں، عورتوں کے انحراف کی ایک دوسری وجہ عمر فاروق کی سخت گیری اور ترش مزاجی تھی۔ انھوں نے ایک معزز قریشی عُتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اُم اَبان سے شادی کرنا چاہی تو اُس نے یہ کہکر انکار کر دیا: گھر کا دروازہ بند رکھتے ہیں (یعنی بیویوں کو کہیں آنے جانے نہیں دیتے)، (گھر والوں پہ روپیہ پیسہ خرچ نہیں کرتے؛ گھر آتے ہیں تو تیور چڑھے ہوتے ہیں، جاتے ہیں تو چڑھے ہوتے ہیں۔ یُغلق بابہ ویمنع خیرہ یدخل عابسا ویخرج عابسًا۔ ابو بکر صدیق کی چھوٹی اور آخری لڑکی کو ام المؤمنین عائشہ کی معرفت شادی کا پیغام دیا تو اس نے یہ کہکر رد کر دیا: کھری زندگی گزارتے ہیں اور بیویوں کے ساتھ سخت برتاؤ کرتے ہیں۔ إنہ خشن العیش شدید علی النساء[2]۔

عمر فاروق کی ساڑھے دس سالہ دور خلافت میں ان کے پاس صرف دو بیویاں تھیں۔ عاتکہ

---

[1] طبری ۵/۱۷

[2] طبری ۵/۱۷

اور اُم کلثوم ۔ عاتکہ بیوہ تھیں لیکن حسین اور انھوں نے اس شرط پر شادی کی تھی عمر فاروق ان کو ماریں گے نہیں، ان کو حج کے لئے سفر کرنے سے نہیں روکیں گے اور نہ مسجد نبوی میں جاکر نماز پڑھنے سے باز رکھیں گے۔[1] عاتکہ سے شادی کے تین سال بعد ۱۷ھ میں انھوں نے دوسرا عقد علی حیدر کی لڑکی ام کلثوم سے کرنا چاہا تو اس میں مشکلات پیش آئیں جن پر مہر کی ایک گراں رقم یعنی بیس ہزار روپے اور بقول بعض پچاس ہزار روپے خرچ کرکے وہ قابو پا سکے ۔ عاتکہ سے ایک بچہ تھا، ام کلثوم سے دو[2]۔ عمر فاروق کے دو کنیزوں سے بھی تین بچے تھے ۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خلافت کا عہدہ سنبھالتے وقت عمر فاروق کا خاندان جس کے وہ براہ راست کفیل تھے ایک درجن افراد پر مشتمل تھا جن میں سے نصف بچے اور نابالغ تھے۔ اُن کے باقی لڑکے باستثنائے واحد (عاصم) اپنے پیروں پر کھڑے ہو چکے تھے اور بیشتر لڑکیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے عمر فاروق اپنا اور متعلقین کا خرچ خزانہ سے وصول کرتے تھے ۔ اندریں حالات ان کے فارموں اور باغوں کی آمدنی کو جس کا تعین ابن ابی الحدید کے مراجع میں بیس ہزار روپے کیا ہے، خیبر کی بڑی جائداد سے ہونے والی یافت، غنیمت کے سہام، رسول اللہ کی عطا کردہ پانچسو پچپن من (سو وسق) کھجور، ڈھائی ہزار روپے سالانہ تنخواہ اور مفت راشن کے ساتھ ملاکر اگر چالیس ہزار سالانہ قرار دی جائے تو بعید از قیاس نہیں ۔ یہ عظیم آمدنی عمر فاروق کس طرح خرچ کرتے تھے؟ اس سوال کا کوئی قطعی جواب دینا بہت مشکل ہے ۔ اس سلسلہ میں جو کچھ ہمیں معلوم ہو سکا یہ ہے کہ عمر فاروق کی دولت باقی ماندہ لڑکے لڑکیوں کی شادی بیاہ، اتفاقی اخراجات (جائداد و اور باغوں کی دیکھ بھال اور داشت پرداخت سے متعلق مصارف) اور رشتہ کے ضرورتمندوں پر صرف ہوتی تھی۔ ہماری اس رائے کی بنیاد شرح نہج البلاغہ کا یہ اقتباس ہے: کان لعمر نخل بالحجاز غلته کل سنة اربعون ألف درهم يخرجها فى النوائب والحقوق ويصرفها الى بنى عدى بن كعب

۱؎ اصابہ ۴/۳۵۷۔

إلى فقرائهم وأراملهم وأيتامهم۔[1] حجاز میں عمر فاروق کے نخلستان تھے جن سے سالانہ بیس ہزار روپے کی یافت تھی، یہ آمدنی اتفاقی اخراجات، متعلقین کے حقوق کی ادائیگی (شادی، بیاہ، علاج معالجہ وغیرہ) اور اپنے قبیلۂ عدی کے ناداروں، بیواؤں اور یتیموں پر صرف کرتے تھے۔ انتقال کے وقت عمر فاروق پر سرکاری خزانہ کے چالیس بیالیس ہزار روپے (ثمانون الف درهم[2]) کا قرضہ بھی تھا جو ان کی جائداد سے ادا کیا گیا۔ بظاہر اس قرضہ کی ضرورت انہی مالی مواخذات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پڑی ہوگی جن کا مذکورہ اقتباس میں ذکر ہے۔

مسلمانوں کی اقتصادی حالت

(۱) عام عرب

ابوبکر صدیق نے ردّہ بغاوتیں فرو کر کے جب عراقی و شامی سرحدوں پر فوج کشی کی اور کئی نئے محاذ کھل گئے تو سپاہیوں کا توڑ پڑ گیا تھا، ان کی ترغیب پر حجاز و یمن کے درجنوں مفلوک الحال عرب قبیلے جنگ میں شرکت کے لئے آگئے تھے اور وسائل سے بھرپور دونوں پڑوسی ملکوں کی سرحدی جنگیں جیت کر فقر و ناداری کے مصائب سے نجات پا چکے تھے۔ عمر فاروق کے عہد میں عراق، شام، فارس، میسوپوٹامیہ اور مصر میں بہت سے نئے محاذ کھلے اور بڑی بڑی جنگوں کی تیاریاں ہوئیں تو پھر سپاہیوں کا توڑ پڑ گیا۔ عمر فاروق نے سارے جزیرۂ عرب کے قبائلی زعیموں کو اپنے محصلین زکات کی معرفت تاکیدی مراسلے بھیجے کہ وہ اپنے اپنے قبیلوں کے جوانوں کو لے کر مدینہ آجائیں اور حکومت کی طرف سے ہتیار، سواری اور زادراہ لیکر پڑوسی ملکوں میں جاکر قسمت آزمائی کریں۔ بہت سے

---

[1] اصابہ ۴/۱۵۸۔

[2] ابن سعد ۳/۳۵۸

عرب جو ناداری کا شکار تھے اور بہت سے قبائلی رئیس جن کے دل میں کارہائے نمایاں کر کے دولت، عزت اور مرتبے حاصل کرنے کی لگن تھی، عمر فاروق کی پکار پر اپنی ریگستانی بستیوں سے نکل آئے اور خلافت کی فوجوں میں ضم ہو گئے۔ جزیرہ عرب کے مختلف نواح سے آئے ہوئے ان عربوں کی تعداد کا ہمارے مراجع نے تعین نہیں کیا ہے لیکن اندازاً ان کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار متعین کی جا سکتی ہے اور بال بچوں کو ملا کر یقیناً ایک لاکھ سے زائد ہو گی۔ عمر فاروق نے مفتوحہ ملکوں کے مختلف فوجی اہمیت کے شہروں میں ان کی چھاؤنیاں قائم کر دیں اور ان کی نیز ان کے اہل و عیال کے لئے تنخواہیں اور راشن مقرر کر دیا۔ ان عرب سپاہیوں کی آمدنی کا ایک دوسرا ذریعہ غنیمت کے سہام تھے جو وقتاً فوقتاً مقامی بغاوتوں کو دبانے یا نئی فتوحات کے دوران ان کو ملتے رہتے تھے۔ دیوان العطار کی مالی برکتوں سے مستفید ہونے والا یہ سب سے بڑا طبقہ تھا۔

(۲) انصار

دیوان العطار کے ماتحت سب سے بڑا گریڈ ڈھائی ہزار روپے سالانہ کا مہاجرین قریش کے مردوں کو ملتا تھا اور دوسرا دو ہزار روپے سالانہ کا انصاری مردوں کو۔ سعید بن مسیب: إن عمر بن الخطاب فرض لأهل بدر المهاجرين من العرب والموالي خمسة آلاف خمسة آلاف وللأنصار ومواليهم أربعة آلاف أربعة آلاف[1]۔ اس ادارہ نے اسلامی معاشرہ میں انصار کی پوزیشن طے کر دی، ان کا مقام ہمیشہ کے لئے صف دوم میں متعین ہو گیا، اب وہ قریش کے حریف اور مدمقابل نہیں رہے بلکہ تابع اور ماتحت ہو گئے۔ اس کے باوجود دیوان العطار نے انصار کی زندگی کا اقتصادی افق اتنا بلند کر دیا کہ وہ معاشی بے فکری کی زندگی بسر کرنے پر قادر ہو گئے۔ دیوان العطار کے علاوہ عہد فاروقی میں انصار اقتصادی خوش حالی کے دو اہم میدانوں۔ فوجی اور

---

[1] ابن سلام ص ۲۳۵، سنن کبریٰ ۶/ ۳۴۹۔ ۳۵۱

سول عہدوں پر بھی دور صدیقی کی نسبت زیادہ سرگرم عمل نظر آنے لگے؛ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انصاری اکابر کو قریش کی قیادت میں خلافت کی فتوحات نے مرعوب کر دیا تھا اور انھوں نے قریش کی امارت طوعاً و کرہاً قبول کر لی تھی۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ اور اُن کے سپہ سالاروں نے انصار کی طرف سے بے اعتنائی اور احتیاط کی اس روش میں نرمی کر دی جس پر سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مطالبۂ خلافت کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کاربند تھے۔ عہد فاروقی میں متعدد انصاری خلافت کے بڑے سالاروں یا صوبائی گورنروں کی ماتحتی میں فوجی دستوں اور رسالوں کی قیادت کرتے نظر آتے ہیں۔ معدودے چند کو عمر فاروق نے خود بھی چھوٹے فوجی عہدے دئے، ایک انصاری کو جس کی وفاداری اور بے نفسی سے وہ متاثر تھے رسالہ فوج دے کر بزنطی علاقہ میں ترکتاز کے لئے بھیجا[1] اور بعد میں حمص کا گورنر بنا دیا۔ چند انصاریوں کو انھوں نے سول عہدے بھی دئے۔ عثمان بن حُنیف کو سواد عراق کا لگان کمشنر مقرر کیا، عبادہ بن صامت اور ابو الدرداء کو شام میں امامت نیز ججی کے فرائض تفویض کئے، مَسلمہ بن مُخلد کو زکات کلکٹر کا عہدہ دیا، محمد بن مَسلمہ کے سپرد سفارتی خدمات کیں اور زید بن ثابت کو مکّہ جاتے وقت اپنا جانشین مقرر کیا لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے عمر فاروق نے انصاریوں کو صوبوں، چھاؤنیوں اور ملکوں کا نہ تو گورنر بنایا اور نہ فوجوں کا سالارِ اعلیٰ۔

(۳) ہاشمی قریش

جس طرح اس طبقہ کے لوگ صدیقی دور میں خلافت کے عہدوں سے الگ رہے تھے اسی طرح فاروقی دور میں بھی سرکاری مناصب سے دور رہے۔ ہاشمیوں کا عقیدہ تھا کہ خلافت ان کا حق ہے اور یہ حق پہلے ابوبکر صدیق نے اُن سے چھین لیا تھا اور پھر عمر فاروق نے، اس لئے انھوں نے عدم تعاون اور دونوں کے کاموں پر نکتہ چینی کی روش اختیار کر لی تھی۔ اندریں حالات ابوبکر صدیق

---

[1] فتوح البلدان ص ۱۴۳